قربانی، فدائیت کا بہترین نمونہ

مولانا مصلح الدین قاسمی

تصور کیجیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کا، کیسی آزمائش کی گھڑی رہی ہوگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جب نمرود نے دہکتی ہوئی آگ تیار کرائی تھی، ایک طرف نارِ نمرود اور اس کے وہ چیلے چپاٹے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں جلنے کا تماشہ دیکھنے کے لیے بے تاب تھے، اور دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عشقِ حقیقی تھا جو بار بار آگ میں کودنے کے لیے کچوکے لگا رہا تھا، بالآخر نبی موصوف بے دھڑک آگ میں کود پڑے، اور خدائی فرمان یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْم (اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بن جا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر) کے آگے آگ اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکی، اور دنیا نے دیکھا کہ آتشِ نمرود میں عشقِ حقیقی کس طرح پنپتا اور پروان چڑھتا ہے۔ سچ ہے......

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

پھر تصور میں لائیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدائیت کا: حکم ہوتا ہے اپنی بیوی اور بچے کو اُس سنسان وادی میں چھوڑ کر آیئے جہاں نہ آدم نہ آدم زاد، ایسا ویرانہ جہاں صرف چلچلاتی دھوپ ہے، نہ کھانا ہے نہ پانی، نہ کوئی قریب اور عزیز، نہ کوئی خبر گیری کرنے والا اور نہ کوئی راہ گیر، جہاں نہ اپنوں کا معلوم اور نہ بیگانوں کی خیر خبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کا حکم پاتے ہی بیوی اور بچے کو اُس جھلسی ہوئی پہاڑیوں اور کھانے پانی سے خالی وادی میں چھوڑ کر آگئے، یہ بالکل نہ سوچا کہ اُس تپتی ہوئی وادی میں ممتا کی ماری ایک ماں اور شیر خوار بچے کا کیا ہوگا۔ بس خدا کا حکم ملتے ہی تعمیل کے لیے فوراً تیار ہوگئے اور حکم کو تجسیمی شکل دینے میں ذرہ برابر بھی تاخیر نہ کی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اُن کے ننھے منے بچے پر اُس وحشت ناک وادی میں کیا گذری؟ یہ بھی تاریخ کا ایک باب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی فدائیت کا مظہر ہے۔

اُس تپتی ہوئی وادی میں وہ شیر خوار بچہ جب زمین سے ایڑیاں رگڑتا تو ماں تڑپ تڑپ کر کبھی صفا کی طرف دیکھتی

کہ شاید کوئی قافلہ نظر آجائے اور پانی مل جائے، اور کبھی دوڑتی ہوئی مروہ پر چڑھتی کہ شاید ادھر کوئی قافلہ گذرتا ہوا دکھائی دے، پھر بھاگی بھاگی بچے کو دیکھنے آتی کہ کس حال میں ہے، اُس معصوم کو دیکھ کر پھر پانی کی تلاش میں صفا ومروہ کا چکر لگاتی، اور جب امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تو بے قرار ہوجاتی، کلیجے منہ کو آنے لگتے، تا آں کہ اللہ رب العزّت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لاڈلے کی ایڑیوں کی رگڑ سے پانی کا چشمہ جاری فرمادیا جو''زمزم'' کے نام سے مشہور ہے، اور اُس وقت سے اب تک اسی طرح جاری ہے۔

اللہ اکبر! فدائیت کا یہ نمونہ اب کون پیش کرسکتا ہے کہ ابھی ایک امتحان ختم نہیں ہوا کہ دوسرا شروع ہوگیا، جب بچہ بڑا ہوگیا اور بوڑھے باپ کو کچھ سہارا دینے کے لائق ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے لاڈلے کو اللہ کی راہ میں قربان کررہے ہیں، چوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی کے درجے میں ہوتا ہے اِس لیے صبح اٹھتے ہی اُس خواب کا تذکرہ اپنے بیٹے سے کیا، اِس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ہچکچاہٹ اور سراسیمگی نہیں ہوئی، اور نہ ہی کوئی قلق ہوا؛ کیوں کہ ان کا قلب حبّ خدا سے سرشار تھا اور بطورِ امتحان بیٹے سے سوال کیا تمہاری رائے اِس کے بارے میں کیا ہے؟۔

یہاں کسی شخص کے دل میں یہ خلجان پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدائی حکم کی تعمیل کرنا بیٹے کے اتباعی جواب پر منحصر تھا؟ ایسی کوئی بات نہیں؛ بل کہ ان سے صلاح ومشورے میں بہت سارے اسرار وحکم پنہاں ہیں: پہلی حکمت یہ تھی کہ ان میں اطاعتِ خداوندی کا جذبہ وولولہ کس حد تک ہے یہ بات کھل کر سامنے آجائے، نیز اُن کے حوصلے کو بھی پرکھنا اور جانچنا مقصود تھا۔ دوسری حکمت یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ اسے قبول کریں گے تو مستحق اجر ہوں گے، تیسری حکمت یہ تھی کہ عین ذبح کے وقت ممکن تھا کہ محبتِ پدری، محبت طبعی اور تقاضائے انسانی فعل مامور میں آڑے نہ آجائے، اِس وجہ سے نبی موصوف نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ لیا تھا۔ قرآنِ کریم نے اِس واقعے کو اِس انداز سے بیان فرمایا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی؟قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ

''سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا: برخوردار! میں دیکھتا ہوں کہ تم کو (بامرالٰہی) ذبح کررہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے: ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجیے ان شاء اللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔''

یہ امتحان کس قدر سخت تھا اِس کی طرف اشارہ خود اللہ رب العزّت نے ''**فلما بلغ معه السعی**'' سے اشارہ فرمادیا کہ ارمانوں سے مانگے ہوئے اُس بیٹے کو قربان کرنے کا حکم اُس وقت دیا گیا جب یہ بیٹا اپنے

باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا، اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آیا تھا کہ وہ قوتِ بازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی، اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ بالغ ہو چکے تھے۔

یوں تو ذبح کرنے کا یہ حکم براہِ راست کسی فرشتے وغیرہ کے ذریعے بھی نازل کیا جا سکتا تھا، لیکن خواب میں دکھانے کی بظاہر حکمت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت شعاری اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو، خواب کے ذریعے دیئے ہوئے حکم میں انسانی نفس کے لیے تاویلات کی بڑی گنجائش تھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاویلات کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اللہ رب العزت کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اِس امتحان میں سو فیصد کامیاب ہوئے۔

قربانی کا یہ واقعہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدائیت کا مظہر ہے وہیں اِس واقعے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بھی بے مثال جذبہء جاں نثاری کی شہادت ملتی ہے، اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کم سنی ہی میں اللہ رب العزت نے انھیں کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا؛ بلکہ محض ایک ایک خواب کا تذکرہ فرمایا تھا، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیا علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، اور یہ خواب بھی درحقیقت حکمِ الٰہی کی ہی ایک شکل ہے؛ چناں چہ انھوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکمِ الٰہی کا ذکر کیا اور والد بزرگوار کو یہ کہہ کر یقین دلایا:

يَٰٓأَبَتِ ٱفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں اِس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

''اِس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایتِ ادب اور غایتِ تواضع کو دیکھیے، ایک تو ان شاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا، اور اِس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہو سکتی تھی اسے بالکل ختم فرما دیا، دوسرے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ ''آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے''

لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا:

''ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے''

جس سے اِس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ صبر و ضبط تنہا میرا کمال نہیں ہے؛ بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گا، اِس طرح آپ نے اِس جملے میں فخر و تکبر، خود پسندی اور پندار کے ادنیٰ شائبے کو ختم کر کے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکسار کا اظہار فرما دیا۔ (روح المعانی، بحوالہ معارف القرآن ج ۷، ص: ۴۵۴)

اللہ رے! یہ جذبہء قربانی اور یہ فدائیت، کہ بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی، اور ہائے یہ اقدام فداکاری کہ چھری

تلے گردن رکھ دی، اور خلیل و ذبیح دونوں نے اپنا اپنا حق ادا کر دیا، قرآن نے بھی اعلان کر دیا:

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّئْوِيَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (الصافات)

''تم نے خواب سچا کر دکھایا، ہم محسنین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں''

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اس میں تم نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور آزمائش میں پورے پورے کامیاب رہے، اور یہ ادائے قربانی اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ رہتی دنیا تک کے لیے یادگار اور قربِ خداوندی کا ذریعہ بنا دیا، جسے امت مسلمہ ہر سال مناتی ہے۔ اس قربانی میں درحقیقت اس عقیدے کا اعلان ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت کے حکم کے آگے اپنی عزیز سے عزیز ترین چیز قربان کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ سچ لکھا حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ نے:

''اسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے، آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا۔ اسلام کے لیے قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے، اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں بھی مٹ جاتا ہے۔''

اللہ رب العزت پوری امت مسلمہ میں جذبہ ایثار و قربانی پیدا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ: دینی اداروں اور عوام کے درمیان خلیج

لیکن تمام تجاویز پر عمل کرنا ضروری بھی نہیں، ہر ادارہ حسب استطاعت جس تجویز کو بھی قابل عمل سمجھے، اسے ضرور لاگو کرنے کی کوشش کرے لیکن ہر ایک تجویز کو لاگو کرنے کے لیے حکمت عملی اور پلاننگ کی مزید تفصیل ہے، جو آپ (اہل ادارہ) اپنے ماحول کے مطابق زیادہ بہتر انداز میں ترتیب دے سکتے ہیں۔

درج بالا تمام اقدامات بلاتفریق مسلک اٹھائے جانا ضروری ہیں، اس کے ساتھ ساتھ رفاہ عامہ کے ان کاموں کو بھی اللہ کی رضا اور حکم سمجھ کر کیا جائے اور کبھی کسی خدمت کا معاوضہ طلب نہ کیا جائے بلکہ سالانہ ایک مرتبہ ادارہ کے لیے تعاون کی اپیل کے علاوہ کسی قسم کا معاوضہ نہ رکھا جائے بلکہ سالانہ صرف ایک مرتبہ ادارہ کے لیے تعاون کی اپیل کے علاوہ کسی قسم کا تقاضا نہ رکھا جائے۔ زیادہ زیادہ ادارہ میں کسی مناسب جگہ پر ادارہ کے تعارف کے ساتھ اس کی ضروریات و اخراجات آویزاں کر دیئے جائیں۔ اور ادارہ کی کارکردگی اور اس کی خدمات کی تشہیر بھرپور انداز میں کی جائے زبانی چندہ بالکل نہ مانگا جائے۔ درج بالا اقدامات کو بروئے کار لانے سے امید ہے کہ نہ صرف ریاست اور ریاستی ادارے، بلکہ عوام الناس ادارے کے تحفظ و ترقی کے لیے ادارے کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور یوں ان شاء اللہ العزیز، دینی تعلیم و تعلم اور تبلیغ و اشاعت کا کام قابل تقلید طریقے سے خوش اسلوبی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جائے گا۔